خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمتہ اللہ علیہ لکھنؤ میں مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے۔ مجذوب و عاشقِ سرمست تھے۔ اپنے مرشد و مربی مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ سلوک و طریقت کے سفر کو عشقیہ انداز میں بیان کرتے تھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور اسی جذبۂ لطیف کو شعروں میں بھی ایسے لب و لہجہ میں کہتے کہ شاید و باید۔ لوگوں نے اس لب و لہجہ کو عامیانہ کہا لیکن تھوڑے سے غور و فکر سے یہ الزام کافور ہو جاتا ہے۔ اس دور میں شعراءِ عشق مجاز کا انداز، لب لہجہ اور سخن گوئی کا کمال یہی تھا اور خواجہ صاحب کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اس لب و لہجہ کو عشق حقیقی پر منطبق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

راہِ الفت میں یہ واضح تجھے اے دل ہو جائے
یہ وہ رستہ نہیں جسمیں کہیں منزل ہو جائے

دیکھئے مجذوب صاحب کا آہنگ، زبان اور اسلوب اس دور کی روایت کے عین مطابق ہے۔ آپ نے شریعت و طریقت کی منزل کی کٹھنائیوں کو جمالیاتی ملبوس عطا کیا ہے۔ اردو شاعری میں مجذوب صاحب اس میدان میں اکیلے ہی نظر آتے ہیں۔ شعراء کو اس وادی میں اترنا چاہیئے اور جذبہ و محبت، معرفتِ نفس کے حسن و جمال اور اس حسن و جمال سے وارفتگی اور عشق و سوداء کو شاعرانہ گنگناتے لفظوں، مہکتے حرفوں اور خوشبو پھیلاتے آہنگ سے مرصع ہو کر اترنا چاہیئے۔ شعر آرٹ نہیں، جذب دروں کا چھلکنے والا اور نہ بجھنے والا بے ساختہ اظہار ہے۔ خواجہ مجذوب فرماتے ہیں۔

جو بھی ہونا ہے اِدھر یا اُدھر اے دل ہو جائے
دو بدو آج تو ان سے سر محفل ہو جائے

اس اظہار کی کیفیت شیخ کا سامنا کرنے والے ہی جانتے ہیں۔ خواجہ صاحب خود ہی شیخ سے محبت و تعلق اور شیخ سے وارفتہ و والہانہ لگاؤ کو ایک نئے انداز میں کہتے ہیں۔

آج تو وہ نظرِ مرشدِ کامل ہو جائے
یہ جو مجذوب ہے سرتا بقدم دل ہو جائے

حسن اور عشق سے مل جائے اماں ناممکن
ہائے کیونکر کوئی بے دیدہ و بے دل ہو جائے۔